

معقولات میں علمائے پاک و ہند کے سلسلے

☆ شہیر احمد غورکے

۱: معقولات کا مفہوم

معقولات سے مراد علوم عقلیہ ہیں جو فلسفہ و حکمت کے مختلف شعبوں کا دوسرا نام ہیں۔ نام نہاد اسلامی فلسفہ کی چھ شاخیں تھیں: البیات، ریاضیات، طبیعیات، اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدن۔ ساتویں شاخ منطق کو سمجھا جاتا تھا۔ مگر ان میں سے صرف تین شاخوں کے ساتھ اعتناء کیا جاتا تھا: منطق، طبیعیات اور البیات۔ چنانچہ اشیر الدین ابہری کی ہدایہ الحکمتہ انہیں اقسام ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ کبھی طبیعیات اور البیات کے نبوءہ کو حکمت کہتے تھے اور منطق کو ایک مستقل فن کی حیثیت دیتے تھے۔ جیسا کہ نجم الدین کاظمی نے حکمت العین میں صرف البیات اور طبیعیات پر بحث کی ہے اور منطق کے لئے ایک مستقل رسالہ لکھا جو آج کل "شمسہ کہلاتا ہے اور جس کی شرح قطبی کے نام سے ہمارے مدارس کے نصاب میں داخل ہے۔

پھر یوں کہ البیات کے مسائل کا مسائل کلامیہ سے تصادم ناگزیر ہے، اس لئے علم کلام کے افہام و تفہیم کے لئے فلسفہ البیات میں تبحر ضروری ہے، چنانچہ علامہ نقاش زانی نے شرح عقائد فلسفی کے مقدمہ میں لکھا ہے :-

”لما نقلت الفلسفة عن اليونانية الى العربية وخاص فيها الاسلاميون وحاووا الرد على الفلاسفة
فيما خالفوا فيه الشرعية فخلطوا بالكلام كثيرا من الفلسفة لئلا يمتدوا مقاصدها فيمكنوا من
ابطالها“ (شرح عقائد فلسفی صفحہ ۳)

(پھر جب یونانی زبان سے عربی میں فلسفہ منقول کیا گیا اور علماء اسلام نے اس کے اندر غور و توجہ

کیا اور فلاسفہ کی مخالف شریعت باتوں کے رد کا ارادہ کیا تو اس مقصد کے حصول کے لئے اور فلسفہ کے ابطال کے لئے کلام اور فلسفہ کے اکثر حصے ایک دوسرے سے خلط ملط کر دیئے (۱)

نتیجہ یہ ہوا کہ اس حریفانہ رقابت کی وجہ سے فلسفہ اور کلام ایک دوسرے کے موقنفوں کو بڑی دقت نظر کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرتے رہے اور اس طرح غیر شعوری طور پر دونوں کے مسائل کا خلط ملط ہوتا رہا، یہاں تک کہ دونوں میں امتیاز مشکل ہو گیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے: (۱)

ثم توغل المتأخرون من بعدهم في مخالطة كتب الفلاسفة..... والتبس مسائل الكلام

بمسائل الفلسفة بحيث لا يتميز احد الفئتين من الآخر (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۵۱-۵۱۱) (پھر متاخرین کتب فلسفہ کے ساتھ خلط ملط کرنے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے..... اور کلام اور

فلسفہ کے مسائل اس قدر گڈ مڈ ہو گئے کہ ایک فن کا دوسرے سے امتیاز کرنا مشکل ہو گیا)

اس کی واضح مثال محقق طوسی کی تجرید العقائد ہے جو اصولاً شیعہ عقائد اور علم کلام کی کتاب ہے مگر اس کی شرح جدید (از قوشچی) اور اس پر محقق دوانی کے حواشی (حاشیہ قدیمہ اور حاشیہ جدیدہ) نیز ان حواشی پر علماء مابعد کے حواشی عرصہ تک ہمارے یہاں معقولات ہی کے اندر محسوب ہوتے رہے اور کتب معقولات ہی کی حیثیت سے نصاب میں داخل رہے۔ اسی طرح "شرح عقائد جلالی" مشرق (ایران و ہندوستان) میں علمائے معقولات کی فکری جولانگہ نبی رہی۔ خیالی (حاشیہ شرح عقائد نسفی) اگرچہ عقائد کے ایک سنجیدہ متن کی سنجیدہ شرح پر حاشیہ ہے مگر عرصہ وراثت تک ردم (ترکی) میں اس کے ذریعہ نہ صرف طلباء کی ذہانت کا، بلکہ ان کے اساتذہ کی تعلیمی و تدریسی اہلیت کا بھی امتحان لیا جاتا رہا۔ (۲)

اس طرح علم کلام بھی منطق اور فلسفہ (طبیعیات و الہیات) کے ساتھ معقولات کے دائرہ میں آجاتا ہے۔ پھر جس طرح قدیم مسیحی فکر میں مدرسی دینیات اور فلسفہ کی دو مستقل تحریکیں ایک ہی بات کے نتیجہ کے طور پر ظہور میں آئیں، اسی طرح اسلامی فکر میں ایک ہی واقعہ نے کلام اور فلسفہ کے

۱۔ مقدمہ ابن خلدون (مطبع التقدم بمصر ۱۳۲۹ھ)

۲۔ الشقائق المنهاہمہ برہان شیعہ و ذیبات الاعیان لابن خلدون جلد اول صفحہ ۵۵۔ تذکرہ مولیٰ خیالی۔

دو متوازی مکاتب فکر کو جنم دیا، قدیم مسیحی پیشواؤں کو جو معتذرین (APOLOGISTS) کہلاتے ہیں - جب مسیحیت کی تعلیمات پیش کرنے میں یونانی فلسفہ کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے اس فکری تصادم میں دو موقف اختیار کئے :- ایک گروہ نے جن میں اثنا غوراس (ATHENAGORAS) اور جسٹیان (JUSTIN) زیادہ مشہور ہیں، یونانی فلسفہ اور مسیحیت کے درمیان تطبیق و توفیق کی کوشش کی۔ دوسرے گروہ نے جس کا گل سرسبد تاتیان (TATIAN) تھا، مسیحیت کی نائید و تشمید کا راز فلسفہ کے موافق کے تردید و انہدام ہی میں مضمر سمجھا۔ (۳)

یعینہ یہی دونوں مواقف دوسری صدی ہجری میں مسلمان مفکرین نے اختیار کئے، بعض لوگوں نے ان مسائل فلسفہ کو جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم تھے، باطل کرنے کی کوشش کی۔ یہ لوگ تسلیم تھے اور ان کی فکری سرگرمی کلام کہلاتی ہے۔

لیکن کچھ اور لوگ بھی تھے جو فلسفہ کی دل کشی سے مسحور ہو گئے۔ انہوں نے یونانی فلسفہ کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کی تاویلی و توجیہ پر اصرار کیا۔ یہ لوگ "فلاسفہ اسلام" یا "حکمائے اسلام" کہلاتے اور ان کی فکری کاوشیں فلسفہ کے نام سے موسوم ہوئیں، عرصہ تک اسلامی فکریں کلامی اور فلسفیانہ تفکر کے دھارے الگ الگ بہتے رہے۔ مگر نویں صدی ہجری کے نصف آخر میں ان دونوں کا محقق دوانی کے یہاں آکر سنگم ہو گیا۔ محقق دوانی بجا طور پر محقولات کی تاریخ میں واسطہ العقد کی حیثیت رکھتے ہیں، کیوں کہ :-

۱۔ ایک جانب قرنہاقرن کے فلسفہ و کلام کا فکری ورثہ میر سید شریف کی وساطت سے اُن تک پہنچا، اور

۲۔ دوسری جانب کم از کم جہاں تک منحل بند و ستان اور بعد منحل بند و ستان میں محقولات کی تعلیم و تدریس کا تعلق ہے، تمام مدارس کا سلسلہ تلمذ انھیں سے شروع ہوتا ہے۔ انھیں سلسلہ ہائے تلمذ کی تفصیل اس مختصر پیش کش کا مقصد ہے۔ مگر اس کی تفصیل سے پیشتر انب معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ و کلام میں خود محقق دوانی کے اساتذہ کا سلسلہ تلمذ اجمالی طور پر بیان کر دیا جائے۔

۲۔ دسویں صدی سے پہلے معقولات کی اجمالی تاریخ

محقق ودانی نے معقولات کی تکمیل مولانا محی الدین کوشکناری اور خواجہ حسن بقال سے کی تھی جو میر سید شریف کے شاگرد تھے۔ خواند میر نے "حبیب السیر" میں لکھا ہے :-

"و بالآخر بشیر از شتافتہ در درس مولانا محی الدین کوشکناری و خواجہ حسن شاہ بقال بہت بر کسب کمال گماشت۔ و این دو بزرگ از تلامذہ محقق شریف بو فور علم و فضیلت ممتاز بودند و در حبیب السیر جلد سوم، جز سوم صفحہ ۱۱۱)

میر سید شریف شمس الدین محمد بن مبارک شاہ منطقی کے شاگرد تھے اور انہیں سے شرح مطالع پڑھی تھی۔ امام الدین ریاضی نے لکھا ہے :-

"العالم العام (۶) والعلم المنيف السيد السند الشريف مير سيد شريف شاگرد شمس الدین محمد بن مبارک شاہ است۔ (باغستان صفحہ ۶۷، ۱)

شمس الدین محمد بن مبارک شاہ، قطب الدین رازی کے شاگرد تھے، امام الدین ریاضی دوسری جگہ لکھتے ہیں :-
"عامة النافقين ظاهرا المقطعين محوز ملك الحكمة والدين المولى قطب الدين الرازى يكيه اذ اعيان مذکور
و اعلام مشهور است جمع پیش او خواندہ اند۔ ازاں جملہ ست شمس الدین محمد بن
مبارک شاہ :- (ایضاً صفحہ ۶۳ ب۔ ۶۷، ۱)

مولانا قطب الدین رازی کے اساتذہ کے دو سلسلے ہیں :- ایک فلسفہ میں دوسرا کلام میں۔

۱۔ مولانا قطب الدین رازی فلسفہ میں علامہ قطب الدین سعید شیرازی کے شاگرد تھے۔ چنانچہ امام الدین ریاضی نے ان کے تلمذ کے بارے میں لکھا ہے :-

"علم از علمائے کبار اخذ نموده، ازاں جملہ است مولانا قطب الدین علامہ شیرازی :- (باغستان صفحہ ۶۷، ۱)
اور علامہ قطب الدین شیرازی محقق طوسی کے شاگرد تھے، چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے ان کے تذکرے میں لکھا ہے :-
"كان ابوه طبيباً ففواه عليه ثم سافر الى النصارى بطوسى ففقر عليه الهيئة و بحت عليه
الاشادات و تبرع :- (۴)

۴۔ الدرر الكامنة جلد رابع صفحہ ۳۳۹۔ اسی طرح خواند میر نے "حبیب السیر" (جلد سوم جز اول صفحہ ۶۷) میں لکھا ہے :- "مولانا قطب الدین علامہ شیرازی آجناب در اکثر علوم (باقی اگلے صفحہ پر)

قطب الدین شیرازی کے والد طبیب تھے اور انہوں نے اُن سے طب پڑھی..... زراں بعد وہ سفر کر کے محقق طوسی کے پاس پہنچے جن سے انہوں نے ہدیت پڑھی اور اشارات کی بحث کی، اور کمال حاصل کیا۔

محقق طوسی کا سلسلہ تلمذ پانچ واسطوں سے شیخ ابوعلی سینا تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستر نے ”مجالس المؤمنین“ میں اُن کے تذکرہ میں لکھا ہے:-

”در معارف عظیمیہ تلمیذ فرید الدین داماد است و او شاگرد سید صدر الدین نرخی و او شاگرد افضل الدین غیلانی و او شاگرد ابی العباس لوکری و او شاگرد بہمن یار و بہمن یار شاگرد شیخ ابی علی سینا“ (۵)

شیخ ابونصر فارابی کا شاگرد معنوی تھا، چنانچہ بیہقی تتمہ صوان الحکمہ کے اندر فارابی کے تذکرے میں لکھتا ہے: ”وکان ابوعلی تلمیذا التصانیفہ - (تتمہ صوان الحکمہ صفحہ ۱۶) اور شیخ ابوعلی سینا فارابی کی تصنیفات کا شاگرد تھا۔

فارابی، یوحنا بن حیلان کا شاگرد تھا (۶) جو اسکندریہ کے مدرسہ فلسفہ کے متاخر اساتذہ کا جب یہ

(بقیہ حاشیہ ۴) شاگرد خواجہ نصیر الدین طوسی بود و در فضل و کمال بدرجہ بلند و مرتبہ ارجمند ترقی فرمود۔ اسی طرح امام الدین ریاضی نے لکھا ہے: ”شمس فلک المحققین نیز کو کتبہ المذقین العلامہ قطب الدین محمد بن مسعود سبحان ذوالہ عنہ بلطفہ القدوسی علامہ عجم است، و در حکمت شاگرد خواجہ نصیر الدین طوسی است“ (تذکرہ باغستان صفحہ ۶۷، ب)

۵۔ اسی طرح خوانساری نے ”روضات الجنات“ میں لکھا ہے: ”وتم تلمذ فی المعقولات علی استاذہ

فرید الدین داماد النیسابوری عن السید صدر الدین السرخسی..... وهو اخذ عن

افضل الدین الغیلانی من اهل غیلان وهو تلمیذ ابی العباس اللوکری..... اللوکری من

تلامذۃ الشیخ ابی علی الریس۔ لیکن بیان قاضی نور اللہ شوستر کا زیادہ صحیح ہے کیوں کہ لوکری

براہ راست ابن سینا کا شاگرد نہیں تھا بلکہ وہ بہمن یار کا شاگرد تھا جو ابن سینا کا شاگرد تھا۔ بیہقی نے

تتمہ صوان الحکمہ میں لکھا ہے: ”الادیب الفیلسوف ابو العباس اللوکری کان تلمیذا بلہمن یار و

مدرسہ انطاکیہ میں منتقل ہو گیا تھا شاگرد تھا (۷)۔ اسکندریہ کے مدرسہ فلسفہ میں جو اساتذہ پڑھاتے تھے ان کا سلسلہ تلمذ ارسطو تک پہنچتا ہے۔ (تفصیل غیر ضروری بھی ہے اور غیر مکمل بھی)۔

ارسطو شاگرد تھا افلاطون کا جس نے پہلے سقراط کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، لیکن اُس کی وفات پر سسلی چلا گیا، جہاں پیران فیثاغورث سے کسب علم و معرفت کیا۔ فیثاغورثی فلسفہ ہی سے متاثر ہو کر جو کائنات کا مبدا اذین اسداد کو قرار دیتا تھا، افلاطون نے اپنا فلسفہ ’لوغوس مرتب‘ کیا جس میں اسداد کے بجائے کلیات یا تصورات (ایمان مجرہ) کو مبدا اذین کائنات قرار دیا۔

فیثاغورث کو جدید تاریخ فلسفہ میں ’اورنی سریات‘ (ORPHIC MYSTERIES) کا خوشہ چین بتایا جاتا ہے، مگر سر یانی فضلہ کا اور اُن کی تقلید میں مسلمان مؤرخین کا خیال تھا کہ فیثاغورث نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصحاب سے کتاب علم و معرفت کیا، چنانچہ ابن القفطی نے لکھا ہے:-

”فیثاغورث الفیلسوف المشہور الذکور من فلاسفۃ یونان و حکماہم..... اخذ الحکمة عن

اصحاب سلیمان بن داؤد النبی بمصر حین دخلوا الیہما من بلاد الشام۔ (اخبار العلماء صفحہ ۱۰۷)

(مشہور فلسفی فیثاغورث یونانی فلاسفہ و حکما میں سے ہے۔ اُس نے مہاجر حضرت سلیمان علیہ السلام

کے اصحاب سے جب کہ وہ وہاں مصر شام سے آئے تھے، حکمت حاصل کی۔)

۲۔ مولانا قطب الدین رازی کلام میں قاضی عضد الدین ابجدی کے شاگرد تھے، چنانچہ ابن حماد حنبلی نے

شذرات الذہب میں لکھا ہے: قطب الدین محمد ذیل محمود بن محمد الرازی..... شراک

فی العلوم الشرعیۃ و اخذ عن العضد وغیرہ۔ (۸) (مولانا قطب الدین محمد بن رازی اور بعض لوگ اُن

کا نام محمود بتاتے ہیں)..... علوم شرعیہ میں بھی حظ وافر رکھتے تھے انہیں انہوں نے قاضی عضد سے

حاصل کیا تھا۔)

قاضی عضد الدین ابجدی کے علم و فضل کے بارے میں ابن حجر کا تبصرہ حسب ذیل ہے:-

۷۔ طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ، جلد ثانی صفحہ ۱۳۵۔

۸۔ شذرات الذہب لابن عماد حنبلی، الجزء السادس صفحہ ۲۰۷۔

القاضی عضد الدین الایچی کان اماماً فی العقول تاماً بالأصول والمعانی والعربیة شارکاً
فی الفنون = (۹)

دقاضی عضد الدین الایچی علوم عقلیہ میں امام وقت تھے، اصول، معانی اور علوم ادبیہ
عربیہ میں ید طولیٰ حاصل تھا، دیگر فنون میں بھی مہارت رکھتے تھے،

قاضی عضد علم کلام میں غیر معمولی درجہ رکھتے تھے اور ان کا "المواقف فی الکلام" اس فن کا لافانی
شاہ کار ہے، خواجہ حافظ شیرازی مصنف اور تصنیف کی تعریف میں کہتے ہیں:-

دگر شہنشاہ دانش عضد کہ در بنیش بنائے کارمواقف بنام شاہ شاہ نہاد

قاضی عضد شیخ زین الہنکی کے شاگرد تھے جو شاگرد تھے قاضی ناصر الدین بیضاوی کے، چنانچہ
ابن حجر ان کے تذکرے میں لکھتے ہیں:-

» واخذ عن مشائخ عصره ولازم الشيخ زين الدين الهنكي تلميذ البيضاوي = (۱۰)
اپنے زمانہ کے مشائخ سے علم حاصل کیا اور شیخ زین الدین ہنکی کے ہمراہ عرصہ تک رہے جو
قاضی بیضاوی کے شاگرد تھے (

قاضی ناصر الدین بیضاوی تین واسطوں سے امام غزالی کے شاگرد تھے، چنانچہ امام یافعی نے
"مرآة الجنان" میں لکھا ہے:-

» تفقه بابيه وتفقه والده بالعلامة مجير الدين محمود بن ابي المبارك البغدادي

الشافعي وتفقه مجير الدين بالامام معين الدين ابي سعيد منصور بن عمر البغدادي وتفقه

هو بالامام زين الدين حجة الاسلام ابي حامد الغزالي = (۱۱)

دقاضی ناصر الدین نے اپنے پدر بزرگوار سے علم حاصل کیا اور ان کے والد نے علامہ مجیر الدین محمود

بن ابن المبارک بغدادی شافعی سے۔ علامہ مجیر الدین نے امام معین الدین ابنی سعید منصور بن عمر

البغدادی سے علم حاصل کیا اور انھوں نے امام زین الدین حجیت الاسلام ابو حامد غزالی کی خدمت میں

۹ - الدرر الكامنة، جلد ثانی صفحہ ۳۲۲ - (۱۰) الدرر الكامنة جلد ثانی صفحہ ۳۲۲ -

۱۱ - مرآة الجنان، جلد رابع صفحہ ۲۲۰ -

امام غزالی شاگرد تھے امام الحرمین ابی المعالی الجومنی کے (۱۲) اور وہ شاگرد تھے استاذ ابوالقاسم الاسکانی
 الاسفرائینی کے جو امام ابوالحسن الاشعری کے اصحاب میں سے تھے۔ (۱۳)
 امام ابوالحسن الاشعری شاگرد تھے مشہور معتزلی متکلم ابوعلی الجبائی کے مگر بعد میں اعتزال سے تائب
 ہو کر اہل سنت والجماعت میں آئے تھے (۱۴) ابوعلی الجبائی شاگرد تھا ابویعقوب الشحام کا (۱۵)
 جو شاگرد تھا ابوالہذیل العلاف شیخ المعتزلہ کا (۱۶) اور وہ شاگرد تھا عثمان بن خالد الطویل کا جو
 شاگرد تھا واصل بن عطاء الغزالی کا۔ (۱۷) ————— واصل شاگرد تھا ابویہاشم عبداللہ کا (۱۸) جو

۱۲ - تبیین کذب المنقری صفحہ ۲۹۱: محمد بن محمد ابوحامد الغزالی حجة الاسلام..... قدم
 نیسا اور مختلفا ابی درس امام الحرمین..... حتی تخرج عن مدة قریبة..... وصار
 النظر اهل زمانه

۱۳ - ایضاً صفحہ ۲۶۵: الاستاذ الامام ابوالقاسم المتکلم الاسفرائینی الاصم المعروف بالاسکانی
 من اصحاب الاشعری..... قرأ علیه امام الحرمین الاصول وتخرج بطریقة
 ۱۴ - وفيات الاعیان لابن خلکان جلد اول صفحہ ۴۸۰: ابوعلی محمد بن عبد الوهاب..... المعز
 بالجبائی احد ائمة المعتزلة كان اماماً في علم الكلام واخذ هذا العلم عن ابی يوسف يعقوب بن
 عبد الله الشحام..... وله في مذهب الاعتزال مقالات مشهورة وعنه اخذ الشيخ ابوالحسن
 الاشعری شیخ السنة علم الكلام =

۱۵ - باب ذکر المعتزلہ صفحہ ۴۵: ابوعلی محمد بن عبد الوهاب الجبائی..... وهو الذي سهل علم
 الكلام وليسره..... كان شيخه ابایعقوب الشحام =
 ۱۶ - ایضاً صفحہ ۴۰: ابویعقوب یوسف بن عبد اللہ بن اسحاق الشحام من اصحاب ابی الہذیل
 والیہ انتهت ریاستہ المعتزلة فی البصرة فی وقته =

۱۷ - کتاب الملل والنحل الشہرستانی جلد اول صفحہ ۲۲: ابی الہذیل حمدان بن ابی الہذیل العلاف
 شیخ المعتزلة ومقدم الطائفة ومقرر الطريقة - اخذ الاعتزال عن عثمان بن خالد الطویل
 عن واصل بن عطاء - ويقال اخذ واصل عن ابی ہاشم عبد اللہ بن محمد بن الحنفیة =

شاگرد تھے اپنے پدر بزرگوار حضرت محمد بن الخنفیہ کے اور وہ شاگرد تھے (۱۹) اپنے والد ماجد صاحب
 "انامدینہ العلم وعلیٰ بابہا" کے جو تربیت یافتہ تھے عبارتِ نبوت کے۔

اس طرح فلسفہ اور کلام کے قرنہا قرن کی فکری روایات کا ورثہ میر سید شریف تک اور ان سے
 محقق دوانی تک پہنچا۔ خواندہ میر نے ان کی جلالت قدر کے بارے میں جو لکھا ہے:-

"از غایت تجرد علوم معقول و منقول و از کمال مہارت در مباحث فروع و اصول بزجیع فضائے
 عالم و تمامی علمائے بنی آدم خالق بود۔ و در میدان تحقیق مسائل و انحلال معضلات رسائل و توضیح
 خفیات متقدمین و ترویج خبیات متاخرین قصب السبق از امثال و اقران می بود۔ فنون
 ممکنہ کہ از ابوعلی و علامہ طوسی در ریخفا محبوب بود، در نظر بصیرتش جلوہ ظهور داشت و اسرار
 مخزون کہ از معلم اول و ثانی مکتوم ماندہ بود، قلم عنایت سبحانی بر صحیفہ ضمیرش می نگاشت"
 (حبیب السیر، جلد سوم، جز سوم صفحہ ۱۱۱)

غالباً یعنی بر حقیقت ہی ہے۔

اسی غواص لالی حقیقت کے تلامذہ کے ذریعہ ہندوستان میں معقولات کے سلسلے چلے۔ ان سلسلوں
 کی تفصیل سے پیشتر نویں صدی کے اس عبقری اعظم کا مختصر تعارف ضروری ہے۔

۳۔ نویں صدی کا عبقری اعظم۔ محقق دوانی

محقق دوانی (۲۰) ۸۳۰ھ کے قریب گاؤں (شیراز) کے قریب دوان میں پیدا ہوئے۔ پدر بزرگوار
 کا نام مولانا سعد الدین اسعد تھا جو اپنے زمانہ کے ایک مشہور عالم اور دوان کے قاضی تھے۔ محقق دوانی نے
 پہلے اپنے والد ماجد کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ نراں بعد شیراز پہنچے۔ جہاں مولانا محی الدین کوشکناری اور
 خواجہ حسن شاہ بقال سے معقولات کی تعلیم حاصل کی، یہ دونوں بزرگ، جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے، میر سید شریف

۱۹۔ طبقات الفقہار لالی اسحق الشیرازی، صفحہ ۳۲، "روی عن محمد (محمد بن الخنفیہ) انه

قال: الحسن والحسین خیر منی وانا اعلم مجد یت ابی منہما"

۲۰۔ حبیب السیر، جلد سوم، جز سوم صفحہ ۱۱۱-۱۱۲۔ نیز اسن التواریخ از حسن روملو صفحہ ۷۱-۷۲،

و تذکرہ باغستان صفحہ ۶۷-۶۸ ب۔

کے شاگرد تھے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ انہوں نے مولانا ہمام الدین گلباری سے بھی بعض مذاہلات پڑھیں۔ (مولانا ہمام الدین قاضی ناصر الدین بیضاوی کی طوابع الانوار کے شارح تھے) حدیث انہوں نے شیخ صفی الدین ابجدی سے پڑھی (جو میر سید رفیع الدین صفوی کے جہاد مجدد تھے)۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آناز جوانی ہی میں منددرس و افادہ پر بیٹھ گئے اور طالبان علم کو مستفید کرنا شروع کیا۔ جلد ہی ان کے کمالات علمی کا شہرہ دور و نزدیک پہنچ گیا اور عراق و جبال، روم و ایران، ہرمز و کرمان، طبرستان و جرجان اور آذربایجان و خراسان سے نہ صرف نو آموز طلباء بلکہ عظیم المرتبت فضلاء بھی حصول علم و دانش کے لئے ان کے پاس زیادہ سے زیادہ تعداد میں آنے لگے۔ مشغلہ تعلیم و تدریس کے ساتھ کچھ امیر زادہ یوسف بن مرزا جہان شاہ کے عہد میں منصب صدارت پر اور سلاطین آق قیونلو کے زمانہ میں فارس کے قاضی الممالک بھی رہے۔

اس زمانہ میں عراق و خراسان میں اور بھی فضلاء نامدار تھے جن میں امیر صدر الدین شیرازی اور ان کے صاحب زادے میر غیاث الدین منصور خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں باپ بیٹے بھی اپنے عہد کے زبردست معقولی تھے اور خود کو محقق و دانی کا حریف پنجہ شکن سمجھتے تھے۔ حکام وقت بھی اس بات سے ناواقف نہ تھے اور جو حاکم بھی شیراز کا والی مقرر ہو کر آتا، ان دونوں بزرگوں میں علمی مناظرے کرتا۔

پہلے دو عالم متبحر مباحثات بوقوع می انجامید و ہر کس کہ والی شیراز بود، جہت تحقیق و تالیق طبع ایشان مجالس ساختہ مستفید و بہرہ مند می گردید (عجیب السیر، صفحہ ۱۱۱)

چنانچہ جب محقق و دانی نے "شرح تجرید جدیدہ (از مولانا قوشچی) پر حاشیہ لکھا تو حالانکہ اس حاشیہ کی افادیت و عظمت سے متاثر ہو کر خود شارح (مولانا قوشچی) نے اس کی تعریف کی تھی (۲۱) امیر صدر الدین شیرازی نے اس پر اعتراضات وارد کئے۔ جب یہ اعتراضات محقق و دانی کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان اعتراضات کے رد میں ایک اور حاشیہ تحریر فرمایا (امتیاز کے لئے پہلا حاشیہ حاشیہ قدیمہ اور دوسرا حاشیہ جدیدہ کہلاتا ہے) لیکن جب یہ نیا حاشیہ امیر صدر الدین کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کا بھی رد لکھا (امیر صدر الدین کے یہ دونوں تردیدی رسالے بھی ان کے حاشیہ قدیمہ

اور حاشیہ جدیدہ کے نام سے موسوم ہیں)۔ بہر حال جب محقق دوانی کے پاس امیر صدر الدین کا یہ حاشیہ جدیدہ پہنچا تو آپ نے اس کی تنقید و تردید میں ایک تیسرا حاشیہ بعنوان "حاشیہ اجدت تحریر فرمایا۔ اتنے میں امیر صدر الدین کا انتقال ہو گیا۔ مگر ان کے صاحب زادے میر غیاث الدین منصور جو اپنی ذہانت و ذکاوت کی بنا پر عقل حاوی عشر کہلاتے ہیں، باپ سے زیادہ تند مزاج تھے۔ انھوں نے اس حاشیہ اجدت کا جواب لکھا۔

جس طرح "شرح تجرید جدیدہ" پر محقق کا حاشیہ حریفوں کے رد و قدح کا موضوع بنا اور انہوں نے ان رد و اعتراضات کے جواب میں دوسرا حاشیہ لکھا اور یہ دونوں امتیاز کے لئے "قدیمہ" اور "جدیدہ" کے نام سے موسوم ہوئے، اسی طرح انھوں نے اور کتابوں کے بھی دو دو ایڈیشن مرتب کئے جیسے "شرح مطالع" پر ایک حاشیہ "حاشیہ شرح مطالع قدیمہ" اور دوسرا "حاشیہ شرح مطالع جدیدہ" کے عنوان سے لکھا۔ اس طرح مسئلہ اثبات واجب تعالیٰ پر ایک رسالہ رسالہ اثبات واجب قدیم اور دوسرا رسالہ اثبات واجب جدید کے عنوان سے تحریر کیا۔

محقق دوانی کثیر التصانیف مصنف تھے۔ مگر ان میں سب سے زیادہ شہور ان کا حاشیہ قدیمہ (شرح تجرید جدیدہ) ہے۔ چنانچہ جب یہ رسالہ خود شارح (مولانا قوشچی) کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کی بہت زیادہ تعریف کی۔ صاحب "حبیب السیر" نے لکھا ہے :-

« وجناب مولوی در اواسط ایام زندگانی بر شرح تجرید مولانا علاء الدین قوشچی حاشیہ در کمال وقت تالیف نمود۔ و آن رسالہ بنظر شارح رسیدہ از روئے انصاف زبان بتعریف و توصیفش کشود۔ (حبیب السیر، جلد سوم، جزء دوم، صفحہ ۱۱۱)

حواشی شرح تجرید کے علاوہ محقق دوانی کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں :-

۲۱ - رسالہ اثبات واجب (قدیم و جدید) } ان کا ذکر اوپر مذکور ہو چکا ہے۔
۳۳ - حواشی شرح مطالع (قدیمہ و جدیدہ)

۵ - رسالہ انموذج العلوم - گجرات کے بادشاہ کے نام معنون کیا تھا۔

۶ - شرح عقائد عضدی :- یہ کتاب آج "شرح عقائد جلالی" کے نام سے ہمارے یہاں اکثر مدارس

میں داخل درس ہے، ہے تو یہ عقائد کے متن کی شرح مگر غالباً نامکمل ہے اور شارح نے اپنی پوری توجہ صرف مسئلہ سدور کائنات کے باب میں حکما و تکلیف کے موافق کی شرح و ایضاح تک محدود رکھی ہے۔

۷۔ اخلاقِ جملانی ۱۔ آج بھی فارسی زبان کی ادبیاتِ عالیہ میں محسوب ہوتی ہے اور فارسی کے اعلیٰ امتحانات کے نصاب میں شامل ہے۔

۸۔ شرح تہذیب :- آج بھی ہمارے مدارس میں داخل درس ہے۔ مگر محقق نے یہ شرح صرف ”موجبات“ کی بحث تک لکھی تھی۔ مکمل امیر فتح اللہ شیرازی نے لکھا۔

۹۔ شرح بیاض النور :- بیاض النور اشراقی فلسفی شیخ شہاب الدین مستول (صاحب حکمت الاشراق) کی مشہور تصنیف ہے۔ محقق نے اس کی شرح ”شواکل الحوزہ“ کے نام سے لکھی۔ یہ کتاب بھی حرلیفوں کی رد و تدریح کا متنوع بن گئی اور امیر غیاث الدین منصور نے اس کے رد میں بیاض النور کی ایک اور شرح لکھی۔ اس کے مقدمہ میں اپنے حریف پر چوٹ کرتے ہیں :-

”یا غیاث المستغنیٰ نما نا با شراق ہیا کل النور علی غلات شواکل الغرور“

(اے فریادیوں کے فریادرس ہمیں بیاض النور کے اشراق کے ذریعہ خود فریبی کی لٹوں کی تاریکی سے نجات دینا)

”غیاث“ امیر غیاث الدین منصور کے نام کا جز ہے۔ بیاض النور کی شرح مابہ النزاع ہے۔

کتاب فلسفہ اشراق میں ہے اور محقق کی کتاب کا نام ”شواکل الحوزہ“ ہے۔ معنی حوزہ کی زلفیں یا لٹیں مگر حرلیفوں کی رد و تدریح رکھی ہی رہی، شرف قبول محض دوانی ہی کی شرح کو نصیب ہوا، چنانچہ فضلاء ہند میں سے میرزا بدرہوی نے اس پر حاشیہ لکھا۔ لیکن شواکل الحوزہ کی اہمیت ہمارے لئے اس وجہ سے بھی ناقابل نظر انداز ہے کہ محقق دوانی نے یہ شرح برصغیر کے مشہور و نڈیر خوش تدبیر خواجہ جہاں محمود کاواں کے نام معنون کی تھی چنانچہ دیباچہ میں ان کی تعریف میں فرماتے ہیں :-

”احییٰ شرایع الشرع بعد اندراسہا و جدد معالم الدین غیب النظار سہا..... المکرم

بغراب الآیات البینات، المویذ بالمجنود المعقبات جمال الاسلام والمسلمین غیاث اللہ والسلطنة والحلانة والدنیا والدین محمود الملقب بخواجه جہاں خلد اللہ تعالیٰ علی عبادہ ظلال خلانته

واقاض علی ملاذہ النوار رحمتہ ورافتہ ۱۶ شرح بیاض النور مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق ڈوڈا کٹر یوسف کو کوکن صفحہ ۴/۵

۱۰۔ رسالہ الزوراء :- اس رسالہ کی شان تحریر یہ ہے کہ محقق دوانی نے بغداد کے قریب دریائے دجلہ کے

کنارے خواب میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی جانب ملتفت دیکھا۔ لہذا انہوں نے اُن کے نام پر ایک رسالہ معنون کرنے اور روضۂ اطہر میں کھڑے ہو کر پڑھنے کا عزم کیا (۲۲)۔

اسی زمانہ میں اُن کے ایک شاگرد اُن سے شہاب الدین مقتول کی حکمت الاشراق پڑھا کرتے تھے۔ دورانِ درس میں جن نکات بدیعہ و سوانح قلبیہ کا محقق افادہ فرمایا کرتے تھے، تلمیذ رشید نے اُن کے مدون کرنے کی درخواست کی چنانچہ ”شرح زوراء“ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :-

”سألتنی واحد من اصحابی..... وقد کان قرأ علی کتاب حکمة الاشراق..... وکننت آقرہ

لہ اتناء مباحث هذا الكتاب طرفاً من السوانح واملی علیہ بعضاً من اللوائح ان اجعلها فی رسالة“ (۲۳)

اس طرح محقق نے روضۂ اقدس میں کھڑے کھڑے ایک دن میں اس رسالہ کے اندر اعلیٰ فلسفہ (بشمول مسئلہ زمان) کے دقائق و غوامض کی تبیین و توضیح کو مدون کیا۔ چنانچہ حسن روملو نے ”احسن التواریخ“ کے اندر محقق دوانی کے تذکرہ میں لکھا ہے :-

”رسالہ زوراء؛ واین رسالہ را در روضۂ مقدمہ منورۂ حضرت امیر المومنین و امام المتقین علی ابن ابی طالب

صلوات اللہ علیہ در یک روز بر سر پا ایستادہ تمام کردہ و شرح نیز بر زوراء نوشتہ“ (احسن التواریخ صفحہ ۴۷)

علامہ اقبال کا خیال ہے کہ محقق دوانی کی عبقریت نے اس مختصر رسالہ میں فلسفہ و حکمت کے اُن حقائق و معارف کا انکشاف کیا، جن تک نصف ہزار سال بعد مشہور امریکی فلسفی روائس کی رسائی ہو سکی، خطبات میں فرماتے ہیں :-

“MULLA JALAL-UD-DIN DAWANI IN A PASSAGE

OF HIS ZOURA, WHICH REMINDS THE MODERN STUDENTS OF PROFESSOR ROYCE'S VIEW OF TIME, TELLS US THAT.....”

(IQBAL: SIX LECTURES, PP 103-104)

۲۲۔ الرسالۃ الزوراء، صفحہ ۳ (مطبوعہ مطبع حینیہ مصر)

۲۳۔ الرسالۃ الزوراء، صفحہ ۳۔

۴۔ محقق دوانی کے تلامذہ

تصنیف سے زیادہ علامہ نے تدریس کے ذریعہ علم و حکمت کے نشر و اشاعت میں حصہ لیا، حبیب السیر" میں مرقوم ہے:-

"ہنوز جمال مولوی درس شباب بود کہ از شمیم فضائل و کمالاتش مشام متشنقان گلزار علوم معطر گشت..... لاجرم در ایام دولت امیر حسن بیگ و یعقوب میرزا از اقطار امصار عراقین دروم و آذربایجان و ہرموز و کرمان و طبرستان و جرجان و خراسان اعظم افاضل بامید کسب علم و دانش متوجہ ملازمتش بودند و بعد از اوراک آن سعادت عظمیٰ از شعشعہ رضیہ فیض آثارش اقتباس انوار کمالات می نمودند" (۲۴)

اسی طرح امام الدین ریاضی نے "تذکرہ باغستان" (صفحہ ۶۴، ۶۵) میں لکھا ہے:-

"و جمع کثیر از فضلائے روزگار از ان بحر ذخارا شراب زلال حقائق و معارف و دقائق و اسرار و عوارف نمودہ اند"

ان بے شمار شاگردوں میں مندرجہ ذیل تلامذہ قابل ذکر ہیں:-

۱۔ خواجہ جمال الدین محمود: ابتدائی زمانہ شیرازی میں گذرا، جہاں دیگر فضلاء عہد کے علاوہ ان سے مرزا جان شیرازی اور امیر فتح اللہ شیرازی نے تعلیم حاصل کی۔ مگر جب شاہ اسمعیل صفوی کی چہرہ دستیاری سنیوں کی حد برداشت سے باہر ہو گئیں تو دوسرے مظلوموں کے ساتھ وہ بھی ترک وطن کے لئے مجبور ہوئے اور میر سید رفیع الدین صفوی کے ساتھ جو ان کے استاد بھائی تھے، حسین شریفین شریف لے گئے۔ حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد گجرات تشریف لائے اور پھر عبد سکندر لودی میں آگے آگئے جہاں انہوں نے ۹۶۲ھ میں وفات پائی جس رولونے اس سال کے واقعات میں لکھا ہے:-

"خواجہ جمال الدین محمود سرآمد علمائے زمانہ و افصح بلغائے دوران بودہ۔ باوجود انواع فضائل و کمالات آن عالم فرزندہ صفات اندیشہ عجب و نحت پیرامون خاطرش نمی گشت۔ آن جناب نزد مولانا جمال الدین محمود دوانی تحصیل کردہ بود۔ دریں سال از محنت سرانے جہاں بروضہ رضوان خرامیدہ از جلد تصانیف

اثبات واجب در مقابل مولانا جلال الدین نوشتہ : (احسن التواریخ صفحہ ۲۹۲)

رسالہ اثبات واجب کے علاوہ انھوں نے اُستاد کے "حاشیہ شرح تجرید" پر بھی ایک حاشیہ لکھا جس کا ایک مخطوط رام پور لائبریری میں ہے (فہرست قدیم کلام ص ۱۰۳)

خواجہ جمال الدین محمود کے تلامذہ میں سے دو بزرگ ہمارے نقطہ نظر سے قابل ذکر ہیں؛ مرزا جان شیرازی اور امیر فتح اللہ شیرازی۔ کیوں کہ انھیں دونوں بزرگوں سے ہندوستان کے اندر معقولات کے سلسلے پہلے؛ مرزا جان شیرازی کے سلسلہ تلمذ میں شاہ ولی اللہ کے علمی خاندان کی، اور امیر فتح اللہ شیرازی کے سلسلہ تلمذ میں فرنگی محل کے علماء کی عقلیاتی سرگرمیاں آتی ہیں تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۲۔ میر سید رفیع الدین صفوی :- اوپر گذر چکا ہے کہ محقق نے حدیث شیخ صفی الدین ابجدی سے پڑھی تھی۔ وہ میر سید رفیع الدین کے جدِ امجد تھے۔ اسی خاندانی وجاہت کی بنا پر محقق دو انی انھیں تعلیم کے لئے اپنے یہاں نہیں بلاتے تھے، بلکہ خود ان کے گھر پڑھانے جاتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدثؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے :-

”جامع بود میان فضائل حسبیہ و نسبہ..... در معقولات شاگرد مولانا جلال الدین دوانی است، گویند کہ مولانا در شیراز بر عایت سابقہ حقوق و بزرگی آبا و اجداد او ہم بجانہ ایشان آمدہ درس می گفت :- (اخبار الاخیار، صفحہ ۲۵۱)

مگر سید رفیع الدین نے معقولات کے بجائے حدیث میں تبحر کو اپنا مقصد زندگی بنایا اور جب صفویوں کی چیرہ دستی سے مجبور ہو کر حرمین الشریفین تشریف لے گئے تو وہاں شیخ شمس الدین محمد سخاوی سے حدیث پڑھی۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں :-

”در حدیث شاگرد شیخ شمس الدین محمد ابن عبدالرحمان السخاوی الحافظ المصری است کہ از محققین ارباب حدیث و قدوہ متاخرین ایشان است۔ گویند کہ شیخ سخاوی پیش از آن کہ میر رفیع الدین بصحبت او رسد، سدا جازت پنجاہ و چند کتب را نوشتہ بر دے فرستاد۔ بعد از ان بصحبت او رسیدہ و مشافہتہ حدیث را از دے مشنید مدت مدید تلمذ نمودہ :- (اخبار الاخیار صفحہ ۲۵۱-۲۵۲)

مکہ معظمہ سے پہلے گجرات اور پھر آگرہ تشریف لائے جہاں سلطان سکندر لودھی نے غیر معمولی عزت و احترام اور خطاب "حضرت علیہ" سے نوازا۔ ۹۵۲ھ میں وفات پائی۔

۳۔ خطیب ابو الفضل کا ڈرونی :- شیرازہ ہی میں پیدا ہوئے، عقولیات کی تعلیم محقق ودانی سے حاصل کی۔ پھر محمود شاہ گجراتی کے عہد میں گجرات تشریف لائے۔ جہاں اکثر فضلاء ہندوستان نے اُن سے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کی۔ ان فضلاء میں سب سے مشہور شیخ مبارک ناگوری (پدر ابو الفضل فیضی) تھے شیخ مبارک ۹۱ھ میں ناگور کے اندر پیدا ہوئے۔ جوانی میں احمد آباد پہنچے جہاں دیگر فضلاء کے علاوہ خطیب ابو الفضل کا ڈرونی سے کسب کمال کیا۔ میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے :-

”از فحول علماء و صنادید فضلاء است در سنہ ۱۱۰۰ھ احدی مشر و تسمانہ ... جامعہ نصری

پوشید و بعد وصول بہ ایام شباب جانب احمد آباد رفت و از خطیب ابو الفضل کا ڈرونی و دیگر

اکابر آن جا فراوان کمالات اندوخت : (مآثر الکرام صفحہ ۱۹)

اسی طرح نظام الدین ہردی نے ”طبقات اکبری“ میں لکھا ہے :-

”شیخ مبارک ناگوری از فحول علمائے روزگار و مشائخ کرام بود در مبادی احوال پیش خطیب

ابو الفضل کا ڈرونی و مولانا عماد طاری در گجرات کسب علوم نمود : (۲۵)

خود ابو الفضل اپنے باپ کے بارے میں ”اکبر نامہ“ کے اندر لکھتا ہے :-

”واز جلال نعم الہی آن کہ بلا زمت خطیب ابو الفضل کا ڈرونی شرف اختصاص داشتند و او

از قدر دانی و آدم شناسی بفرزند ہی برداشت و باموز گاری گوناگوں دانش بہت گماشت، مراتب

تجربید و بسیاری غوامض شفا و اشارات و دقائق تذکرہ و مجسلی را تذکار فرمود“

شیخ مبارک نے ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔ شاگردوں میں بیٹوں میں سے فیضی اور ابو الفضل اور دوسرے

لوگوں میں سے عبدالقادر بدایونی مشہور ہیں فیضی کے تلمذ کے بارے میں میر غلام علی آزاد لکھتے ہیں :-

”فتون متداولہ را نزد پدر در چہارده سالگی بہ انجام رسانید“ (۲۶)

اپنے باپ سے بدایونی نے ”منتخب التواریخ“ میں جہاں میاں حاتم سنہجلی کا تذکرہ تحریر کیا ہے، لکھا ہے :-

”چون در عہد بسیم خان خانخاناں بعد از پنج سال بلا زمت میاں باز در آگرہ رسیدم، استفتا

از شیخ مبارک ناگوری کہ در ایام تلمذ پیش وے می کردم بدست میاں دادم : و منتخب التواریخ سوم صفحہ ۶۷

شیخ مبارک کی تصانیف میں "منبع نفائس العیون" نام کی تفسیر چار جلدوں میں مشہور ہے جسے عہد پیری میں ضعف بصر طاری ہونے کے بعد تفسیر کبیر کے انداز پر لکھا تھا۔ (۲۷)

۴۔ سید ابوالفضل استرآبادی؛ محقق دوانی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے مگر وہ بھی گجرات چلے آئے تھے جہاں اُن سے عبدالعزیز گجراتی نے جو بعد میں آصف خان کے نام سے گجرات کا وزیر مقرر ہوا، معقولات کی تکمیل کی تھی۔ حاجی دبیر نے "ظفر الوالہ" میں وزیر ابوالقاسم عبدالعزیز کے بارے میں لکھا ہے:-

"ابوالقاسم عبدالعزیز..... الخاطب بالمسند العالی آصف خان..... نشانی حجر والدہ.....
..... واشتغل علیہ علوم شتی..... ثم اشتغل بالعلوم الشرعية علی القاضی بڑان الدین
النہروالی..... ثم عاد لتلك العلوم وغیرها من المنطق والحکمیات والاصول الطب و
ترواة علی الخطیب ابی الفضل گادرونی صاحب حاشیة البیضاوی وعلی السید ابی الفضل
الاسترآبادی من اکبر تلامذة العلامة المحقق الجلال الدوانی" (۲۸)

(ابوالقاسم عبدالعزیز..... جو مسند عالی آصف خان کے نام سے مخاطب تھے..... آپ پد بزرگوار
کی آغوش تربیت میں بل کر پڑھے..... اُنہیں سے مختلف علوم پڑھے..... پھر علوم شرعیہ قاضی بڑان الدین
نہروالی سے پڑھے..... پھر ان علوم کا اور ان کے علاوہ دیگر علوم کا جیسے منطق، حکمت، اصول اور
طب کا خطیب ابوالفضل گادرونی، جنہوں نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا تھا اور سید ابوالفضل استرآبادی
کے سامنے زانوئے تلمذتہ کر کے اعادہ کیا۔ یہ دونوں بزرگ علامہ محقق دوانی کے سب سے بڑے
شاگردوں میں سے تھے)

۵۔ علامہ طاری؛ محقق دوانی کے شاگرد رشید تھے۔ وہ بھی گجرات تشریف لے آئے تھے جہاں اُن
سے میاں وجیہ الدین علوی گجراتی نے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی تھی۔ نہاد دینی نے "ماثر رحیمی" کے
اندر میاں وجیہ الدین گجراتی کے تذکرے میں لکھا ہے:-

میاں وجیہ الدین فاضل دانشمند و عالم خردمند دست و شاگرد بے واسطہ علامہ طاری بود کہ از جلد

شاگردان و تلامذہ علامہ زمان و وحید دوران مولانا جلال الدین محمد دوانی است۔ (ماثر حبیبی جلد اول صفحہ ۷۱)
 شیخ وجیہ الدین اپنے وقت کے بڑے جلیل القدر فاضل تھے میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے :-

”شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ داناٹے علوم جہتین و خازن کنوز نشائین است..... مولد
 او جاپانیر است، ہماں جانشو و نمایانف و در بلدہ فائزہ گجرات فنون متعارفہ از ملا عواد طاری کسب
 می نمود..... سالہائے وراز بر مسند افادہ و افاضہ نشست و شرق و غرب عالم را از فیض اقدس
 مسمور ساخت“ (ماثر الکرام صفحہ ۱۹۶)

اسی طرح نظام الدین پروسی نے طبقات اکبری میں لکھا ہے :-

میاں وجیہ الدین گجراتی مدت پنجاہ سال بر جادہ ارشاد و ہدایت متمکن بود..... ہمہ وقت درس
 گفتے و علوم نقل و عقلی خوب دانستے صاحب تصانیف شریفہ اوست براکثر کتب علمی شروع و
 حاشیہ نوشتہ :- (۲۹)

ان کے کثرت تصانیف کے بارے میں بیابونی نے لکھا ہے :-

”میاں وجیہ الدین احمد آبادی..... از علماء کبار روزگار و صاحب صلاح و تقویٰ و مجاہدہ
 است و بر جادہ شریعت مستقیم و در گوشہ فناعت مقیم. و ایم بدرس علوم اشتغال داشت. و قدرت
 او در جمیع علوم عقلی و نقلی بر تہ بہ بود کہ کہ کتاب درس از صرف حاوی یا قانون و شفا و شرح منفتح
 عضدی باشد کہ او شرح یا حاشیہ بر ان نوشتہ :- (منتخب التواریخ مطبوعہ نو لکھنؤ پریس صفحہ ۲۹۲)
 میر غلام علی آزاد نے ان کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں بتائی ہیں :-

”حاشیہ بیضادی - حاشیہ نخبہ در اصول حدیث - حاشیہ عضدی - حاشیہ تلویح - حاشیہ ہزدوی -
 حاشیہ صدایہ فقہ - حاشیہ شرح و تالیہ - حاشیہ مطول - و مختصر (المعانی) - حاشیہ اصفہانی (شرح تجرید قدیم)
 حاشیہ شرح عقائد اثننازانی - حاشیہ بر حاشیہ قدیم محقق دوانی - حاشیہ شرح حکمت العین - شرح (؟)
 حاشیہ شرح) مقاصد - حاشیہ شرح (؟) قطبی - حاشیہ شرح چغینی - شرح تحفہ شاہی - شرح رسالہ
 فارسی ملا علی قوشچی (توشیحیہ در ہدیت) - حاشیہ شرح خبایہ (شرح جامی) - شرح ارشادات ضی
 شہاب الدین دولت آبادی - شرح : بیات منہل - شرح جام جہاں نما - شرح کلید مخازن - رسالہ

حقیقت محمدیہ :- (ماثر الکرام صفحہ ۱۹۷)

کثرت تصانیف کے ساتھ کثرت فیض رسائی کے لئے بھی مشہور تھے۔ نہاوندی نے لکھا ہے:-

”اکثرے از ملایان متبحر ہندوستان شاگرد میاں مومی الیہ اند“ (۲۰)

نہاوندی نے اُن کے تلامذہ میں ”ملا خوشحال خلف الصدق مولانا قاسم تاشکندی کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اُن کے تذکرے میں لکھا ہے:-

”داخوندی علامی مولانا خوشحال و رابتدا شاگرد میاں وجیہ الدین است بیک واسطہ دوران تہا بیک

واسطہ شاگرد علامہ زمان و ارسطوئے دوران مولانا مرزا جان شیرازی است“ (۲۱)

۶۔ میر حسین میبذی (یزدی) بھی محقق ودانی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ امام الدین ریاضی نے اُن کے تذکرے میں لکھا ہے:-

”میر حسین یزدی میبذی قدس سرہ الصمدی شاگرد مولانا جلال الدین اسعد صدیقی ودانی است

ودر خطبہ شرح ہدایت الحکمہ بلفظ امد اللہ جلالہم اشارہ بای معنی نمودہ وآن کتاب حسنہ

عظیمہ غریبہ ایست از حسنات میر حسین“ (باغستان، صفحہ ۶۷۷ ب)

میر حسین میبذی نہ تو خود ہندوستان تشریف لائے، نہ ان کے کسی شاگرد کے یہاں آنے کا پتہ چلتا

ہے، مگر اُن کی کتاب ”شرح ہدایۃ الحکمہ“ جو آج اُن کے نام پر ”میبذی“ کہلاتی ہے، یہاں آئی اور اس

عقیدت و احترام کے ساتھ درس میں داخل کی گئی کہ آج تک جبکہ معقولات کا نصاب تقریباً ختم ہو چکا ہے

یہ یہاں فلسفہ و حکمت کے نصاب میں داخل ہے، متعدد علماء نے اس پر حواشی لکھے جن میں مولانا عین القضاة

صاحب کا حاشیہ ہمارے زمانہ تک طلباء میں متداول تھا۔ دوسرا حاشیہ ”نہایۃ الحکمہ“ کے عنوان سے امام الدین

ریاضی (صاحب التصریح فی الہیۃ) نے لکھا تھا چنانچہ میر حسین میبذی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں،

”شرح ہدایۃ الحکمہ..... وآن کتاب حسنہ عظیمہ غریبہ ایست از حسنات میر حسین..... وای ضعیف

براں شرح حاشیہ نوشختہ و نہایۃ الحکمہ نام کردہ“ (۲۲)



۳۰۔ ماثر رحیمی جلد اول صفحہ ۱۷- (۳۱) ایضاً صفحہ ۳۲- (۳۲) باغستان صفحہ ۶۷۷ ب دیگر

علماء جنہوں نے میبذی (شرح ہدایۃ الحکمہ) کے ساتھ تحشیہ کے ذریعہ اتنا کیا، حسب ذیل ہیں:-

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، مفتی اسمعیل بن وجیہ مراد آبادی، شیخ تصدق حسین نگر نہسوی۔